الدعوة الى الله وما ينبغي أن يتحلى به الدعاة

دعوت الی اللہ

اور

مبلغین کے اوصاف

— تالیف —

سماحة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز حفظه الله

الرئيس العام لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد الرياض

— ترجمه —

محمود احمد غضنفر

ناشر

مركز الدعوة الإسلامية

دعوت الی اللہ اور مبلغین کے اوصاف

الدعوة الی اللہ وما ینبغی أن یتحلی به الدعاة

دعوت الی اللہ

دعوت الی اللہ
اور
مبلّغین کے اوصاف

تالیف
سماحة الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز حفظه اللہ
الرئیس العام لادارات البحوث العلمیة والافتاء والدعوة والارشاد الریاض

ترجمه
محمود احمد غضنفر

ناشر
مرکز الدعوة الاسلامیة
۱۶۸- ملتان روڈ لاہور (پاکستان)



سنہ ۱۹۸۱ء

دوسرا ایڈیشن ——— دس ہزار

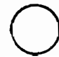


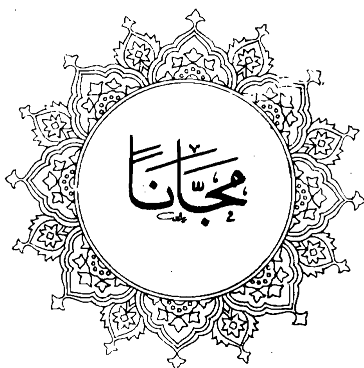
ملنے کا پتہ

مکتب الدعوۃ الاسلامیہ

۵۸ ابوبکر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

پاکستان




محبانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظَّالِمِیْنَ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اِلٰہُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَقَیُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَخَلِیْلُہٗ وَاَمِیْنُہٗ عَلٰی وَحْیِہٖ اَرْسَلَہٗ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُنِیْرًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ سَارُوْا عَلٰی طَرِیْقَتِہٖ فِی الدَّعْوَۃِ اِلٰی سَبِیْلِہٖ وَصَبَرُوْا عَلٰی ذٰلِکَ وَجَاھَدُوْا فِیْہِ حَتّٰی اَظْھَرَ اللّٰہُ بِھِمْ دِیْنَہٗ وَاَعْلَا کَلِمَتَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ



اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جن وانسان کو محض اس لیے پیدا کیا کہ وہ اس یکتا لاشریک ذات کی عبادت کریں۔ اس کے بیان کردہ اوامر ونواہی کی تعظیم کریں اور اس کے اسماء وصفات کو پہچانیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات۔ ۵۶)

میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (الطلاق۔۱۲)

خُدا ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور ویسی ہی زمینیں ان میں (خُدا کے) حکم اُترتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ جان لو کہ خُدا ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ خُدا اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے درج ذیل باتوں کی وضاحت فرمائی:۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ اس کی بندگی کریں۔

۲۔ خُدا تعالیٰ کے احکامات ومنہیات کی تہہ دل سے تعظیم کریں اور اطاعت و فرمانبرداری کو اپنا شعار بنائیں۔

اس لیے کہ عبادت نام ہی اس کیفیت کا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے احکامات اور منہیات کی تعظیم کرتے ہُوئے اس کی توحید کا اقرار ہو اور اطاعت وفرمانبرداری کو اپنا شعار بنایا جائے۔

۳۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارض وسما اور اس کے مابین تمام مخلوقات کو اس لیے پیدا کیا تاکہ سب کو یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اس کے احاطہٴ علم میں ہے۔

اس سے یہ معلوم ہُوا کہ کائنات کے معرضِ وجود میں لانے کی غرض وغایت اور حکمتِ الٰہیہ یہی ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو اس کے اسماء وصفات کے ساتھ پہچانا جائے اور اس حقیقت کا اعتراف کر لیا جائے کہ وہ ذات ہر چیز پر قادر ہے اور کائنات کی چھوٹی بڑی غرضیکہ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ جیساکہ جن وانس کی تخلیق میں یہ حکمت کارفرما ہے کہ وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کی عظمت کا اعتراف کرتے ہُوئے ہر معاملے میں اس کو مقدم جانیں اور ہر فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں، اس لیے کہ عبادت نام ہی اس کیفیت کا ہے کہ بندہ خداوند ذوالجلال کی بارگاہ میں سرنگوں ہو اور اپنی کم مائیگی ودرماندگی کا اعتراف کرے اور اسی طرح احکاماتِ الٰہیہ کو تسلیم کرنے اور منہیات کو ترک کر دینے کے سلسلہ میں جن وانس کو جن ذمہ داریوں کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے، ان کو عاجزی و انکساری کے ساتھ بجا لانا عبادت کہلاتا ہے۔

چونکہ عبادت کی تفصیلات محض عقل کی بنیاد پر ہی متعین نہیں کی جاسکتی تھیں اور نہ ہی یہ ممکن تھا کہ محض عقل کی بنیاد پر احکامِ الٰہیہ کی معرفت حاصل کی جاسکے۔

تو اس لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کائنات کی طرف اپنے رسولوں کو بھیجا اور آسمانی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ ان حقائق کو بیان کیا جائے جس کی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا اور لوگوں کے سامنے دنیا میں آنے کا مقصد واضح کر دیا جائے تاکہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت علیٰ وجہ البصیرۃ کر سکیں اور منہیات سے بھی علیٰ وجہ البصیرۃ باز آسکیں۔ انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ والسلام کائنات کے رہنما ہدایت ائمہ اور تمام جن و انس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کی طرف دعوت دینے والے تھے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا اپنے بندوں کی طرف انبیاء و رسل کو بھیجنا خاص اس کے رحم و کرم کی بنا پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے صراط مستقیم کی وضاحت اور لوگوں پر حجت قائم کر دی تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم تو یہ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ پاک ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری سنانے والا یا عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر اور آسمانی کتابیں نازل فرما کر لوگوں پر حجت قائم کر دی اور معذرت کا دروازہ ہی بند کر دیا۔

جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل۔ ۳۶)	اور ہم نے ہر امّت میں پیغمبر بھیجا کہ خُدا ہی کی عبادت کرو اور بُتوں کی پرستش سے باز آجاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ	اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے

مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ	بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی
اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰـهَ اِلَّا	کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں
اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء-۲۵)	تو میری ہی عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا	ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں
بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ	دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل
الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ	کیں اور ترازو (قواعد عدل) تاکہ
النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید-۲۵)	لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً	پہلے تو سب لوگوں کا ایک ہی
وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ	مذہب تھا (لیکن وہ آپس میں
النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ	اختلاف کرنے لگے) تو خدا نے
وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ	(ان کی طرف) بشارت دینے
مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ	والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر
لِيَحْكُمَ بَيْنَ	بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ
النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا	کتابیں نازل کیں تاکہ جن امور
فِيْهِ۔	میں لوگ اختلاف کرتے تھے
(البقرۃ-۲۱۳)	ان کا ان میں فیصلہ کر دے۔

مذکورہ بالا آیات میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس بات کی اچھی طرح وضاحت

فرما دی کہ رسول بھیجنے اور ان کے ساتھ آسمانی کتابیں نازل فرمانے کا مقصدِ وحید ہی یہ ہے کہ انبیاء و رسل لوگوں کے مابین باہمی اختلافات میں حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرسکیں اور شرعی مسائل و عقائد کے سلسلہ میں جو لوگوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس میں صحیح سمت کی طرف راہنمائی کرسکیں۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے (کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً) فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ آدم علیہ السّلام سے لے کر نوح علیہ السّلام تک تمام تر انسانیت اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ حق و صداقت اور رشد و ہدایت پر متفق تھی۔ جیساکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دور میں اسلاف اور اخلاف کا نقطۂ نگاہ ایک ہی تھا۔ پھر نوح علیہ السلام کی قوم شرک میں مبتلا ہوئی اور باہمی اختلافات کا شکار ہوئی۔ جب اس میں شر و فساد اور باہمی اختلاف رُونما ہُوا، پھر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے نوح علیہ السّلام اور دیگر رسولوں کو مبعوث فرمایا۔

جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (النساء-۱۶۳)	(اے محمدؐ) ہم نے تیری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ	اور ہم نے جو تم پر کتاب نازل کی ہے تو اس لیے کہ جس امر میں ان

لَهُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوْا ‏ لوگوں کو اختلاف ہے تم اس کا
فِیْهِ هُدًی وَّرَحْمَةً ‏ فیصلہ کردو اور یہ لوگوں کے لیے
لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (النحل-٦٤) ‏ ہدایت اور رحمت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے قرآن مجید نازل فرمایا اور یہ قرآن لوگوں کو باہمی اختلافات نپٹانے کے لیے واضح احکامات دیتا ہے اور شریعتِ الٰہیہ کی وضاحت کرتا ہے جس سے کہ لوگ پہلے ناواقف تھے اور اسی طرح لوگوں کو شرعی احکامات پر پابندی کرنے اور حدود اللہ کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے اور لوگوں کو ہر اس چیز سے روکتا ہے جو ان کے لیے دنیا و آخرت میں نقصان دہ ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سلسلۂ رسالت کو افضل الرسل امام الانبیاء سید الکونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا۔ آپ نے پیغامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچایا اور امانت کا حق ادا کر دیا۔ آپ اُمت کے ساتھ خیر خواہانہ انداز سے پیش آئے۔ راہ خدا میں جہاد کیا۔ اللہ کی طرف اُمت کو خفیہ اور اعلانیہ دعوت دی۔ راہِ خُدا میں سخت ترین تکالیف کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ بعینہٖ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا، جیسا کہ پہلے رسولوں نے کیا تھا اور ایسے ہی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا، جیسا کہ پہلے انبیاء و رسل نے سرانجام دیا تھا۔ بلکہ آپ نے ان سے بڑھ کر اس راہ میں آمدہ تکالیف کو صبر و تحمل اور خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام رسالت کی ذمہ داریوں سے پوری طرح عُہدہ برآ ہوئے۔ تیئیس سال تک مسلسل پیغاماتِ الٰہیہ کو لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے اور احکامِ الٰہیہ کو چہار دانگِ عالم میں پھیلاتے رہے۔ اس مدّت میں سے تیرہ سال کا عرصہ

ام القریٰ مکہ مکرّم میں پہلے خفیہ پھر اعلانیہ تبلیغ کرنے میں گزرا۔ اس اثنا میں حق بات کو کھلم کھلا بھی بیان کیا اور تکالیف اُٹھائیں۔ میدانِ دعوت میں لوگوں کی ایذا رسانیوں کو خندہ پیشانی اور صبر و تحمّل کے ساتھ برداشت کیا، حالانکہ لوگ آپ کی امانت، دیانت، صداقت، فضل و شرف، خاندانی وجاہت اور آپ کے اعلیٰ مرتبہ و مقام کے معترف تھے۔ لیکن سردارانِ قریش کو خواہشاتِ نفس اور حسد و بغض نے اور عوام الناس کو جہالت اور اپنے بڑوں کی تقلید نے حق بات ماننے سے روکے رکھا۔ ان کے بڑوں نے آپ کی دعوت کو ماننے سے انکار کر دیا۔ تکبّر اور حسد و بغض کا ارتکاب کیا اور عوام الناس نے اس سلسلہ میں اپنے بڑوں کی تقلید کی۔ ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے برائی کے مرتکب ہوئے۔ اس بنا پر آپ کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے پتہ چلتا ہے کہ سردارانِ قریش نے حق کو تو پہچان لیا تھا لیکن بغض و عناد ان کے لیے سدِ راہ بن گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (الانعام۔۳۳)	ہمیں معلوم ہے کہ ان کافروں کی باتیں تمہیں رنج پہنچاتی ہیں (مگر) یہ تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم خدا کی آیات سے انکار کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس بات کی اچھی طرح وضاحت فرما دی کہ کفار دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جھٹلاتے تھے، وہ تو نزولِ وحی سے پہلے آپ کو صادق

اور امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ انہوں نے تو حق کا انکار محض حسد، بغض اور سرکشی کی بنا پر کیا، لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خاطر میں نہ لائے اور اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی اور مسلسل لوگوں کو اللہ عزوجل کی راہ کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اور حتی الامکان میدانِ دعوت میں مجاہدانہ انداز اپناتے ہوئے تمام تر تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور نوبت بایں جا رسید کہ کفار نے نعوذ باللہ آپ کے قتل کا منصوبہ بنا لیا اس موقع پر خدا تعالیٰ نے آپ کو وہاں سے نکل جانے اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور یہ شہر اسلام کا پہلا دارالحکومت بنا۔ دینِ الٰہی کو یہاں غلبہ حاصل ہوا اور مسلمانوں کی ایک اسٹیٹ معرضِ وجود میں آگئی اور انہیں بے پناہ قوت حاصل ہو گئی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل لوگوں کو دعوت وارشاد کے ذریعے حق بات سمجھاتے رہے اور معاندین کے مقابلے میں تلوار لے کر میدانِ جہاد میں اترے اور حق کا بول بالا کیا اور پھر لوگوں کو رشد و ہدایت کی طرف دعوت دینے کے لیے اکنافِ عالم میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھیجا تاکہ نبیٔ مکرّم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت لوگوں کے سامنے واضح انداز میں پیش کریں۔ آپ نے مختلف اطراف میں قافلے بھیجے۔ معروف غزوات میں از خود حصّہ لیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دین آپ علیہ السلام کے ذریعے غالب کر دیا اور آپ کے ساتھ دین کو مکمل کیا اور امت پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دی۔ دین الٰہی کی تکمیل اور بلاغ مبین کو نقطۂ عروج پر پہنچا کر آپ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے اور پھر آپ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بارِ امانت کو اٹھا کر اس کٹھن راہ پر دیوانہ وار چل نکلے۔ دعوت

الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیا اور چہار دانگ عالم میں داعئ حق اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی صورت میں پھیل گئے اور راہِ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی اور مسلسل پیغامات خداوندی لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ خدا کا خوف دل میں رکھا اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور وہ خدا کی زمین پر غازی، مجاہد، داعئ حق، راہنما، صالح اور ریفارمر بن کر ہر طرف پھیل گئے اور دین الٰہی کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں کو شرعی احکامات کی تعلیم دینے لگے۔ اور اس خالص عقیدے کی تعلیم دینے لگے، جس کی وضاحت اور تلقین کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل کو کائنات کی طرف مبعوث فرمایا۔

اور وہ یہ کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی اخلاصِ نیّت کے ساتھ عبادت کی جائے اور اس کے سوا ہر قسم کے معبودانِ باطلہ کی عبادت سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ مصائب میں صرف ایک اللہ کو پکارا جائے اور اس کے سوا کسی سے فریاد نہ کی جائے۔ اور اس کے نازل کردہ شرعی احکامات کے سوا کسی کو کوئی اور حکم نہ دیا جائے۔ خالصتاً اسی کے لیے نماز پڑھی جائے اور مخلوق کو اس کے سوا اور کسی سے نہ ڈرایا جائے۔ غرضیکہ یہ اور اس قسم کی جملہ عبادات محض اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو زیبا ہیں۔

اُمّت کو قرآن مجید کی درج ذیل آیات پڑھ کر سنائیں:۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا	لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت
رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ	کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے
وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ	لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم اس کے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ-۲۱)	عذاب سے بچو!
وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا	اور تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا
تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ	کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔	کرو اور ماں باپ کے ساتھ
(بنی اسرائیل-۲۳)	بھلائی کرتے رہو۔
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ	اے پروردگار ہم تیری ہی عبادت
نَسْتَعِيْنُ	کرتے ہیں اور تجھی سے مدد
(الفاتحہ-۴)	مانگتے ہیں۔
وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ	اور یہ مسجدیں (خاص) خدا کی ہیں
فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ	تو خدا کے ساتھ کسی اور کی عبادت
اَحَدًا (الجن-۱۸)	نہ کرو۔
قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ	کہہ دو! کہ میری نماز اور میری عبادت
وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَ	میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے
مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ	رب العالمین ہی کے لیے ہے
الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ	جس کا کوئی شریک نہیں اور
لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ	مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے
وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ	اور میں سب سے اول فرمانبردار
(الانعام-۱۶۳)	ہوں۔

اور اس میدان میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بے پناہ صبر و تحمل

مظاہرہ کیا اور راہِ خدا میں جہاد کیا۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم۔

اور پھر اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں سے رُشد و ہدایت کے امام صحابہ کرام رض کے نقشِ قدم پر چلے، خواہ ان ائمہ ہُدیٰ کا تعلق خطۂ عرب سے تھا یا عجم سے انہوں نے اس بارِ امانت کو اٹھایا اور صدقِ دل، صبر و تحمل، خلوصِ نیّت کے ساتھ حقِ امانت کو ادا کیا اور جو دین سے منحرف ہو گئے، ان کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کیا۔ غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد صحابہ کرام، حاملینِ دعوتِ دین، ائمہ ہُدیٰ، تابعین اور تبع تابعین نے اس میدان میں قدم رکھا اور یہ کٹھن راستہ اختیار کیا اور اس راہ پر چلتے ہوئے صبر و تحمّل کا مظاہرہ کیا جس سے خدا تعالیٰ کا دین ہر طرف پھیلا۔ صحابہ کرام رض اور اُن کے پیروکار اہلِ علم کے ذریعے اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہُوا۔ خواہ ان اہلِ علم کا تعلق خطّۂ عرب سے تھا یا کرۂ ارض کے کسی اور حصّہ سے بہرحال اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے جس کے نصیب میں یہ سعادت لکھ دی وہ اللہ کے دین میں داخل ہُوا اور دعوتِ الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے کام میں شریک ہو گیا اور اس راہ میں جتنی بھی مشکلات آئیں انہیں صبر و تحمّل سے برداشت کیا۔ پھر جہانبانی و حکمرانی ان کا مقدر بن گئی اور دین میں امامت کے مقام پر فائز ہوئے۔ ان کے صبر و تحمّل، ایمان و یقین اور فی سبیل اللہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کا یہ فرمان ان پر صادق آتا ہے:-

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً	اور ان میں ہم نے پیشوا بنائے
يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا	تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت
صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا	کیا کرتے تھے جب وہ صبر کرتے

يُوْقِنُوْنَ — تھے اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے۔

(السجدة - ۲۴)

اس آیت کریمہ کا اطلاق صحابہ کرامؓ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں پر ہوتا ہے، جو ائمہ دین، داعیٔ حق، راہنما اور پیشوا کے مقام پر فائز ہوئے۔ یاد رہے کہ صبر اور یقین سے ہی دین الٰہی میں امامت کا مقام نصیب ہوتا ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ آج تک صحابہ کرام رضوان اللہ اور ان کے متبعین کو ہی یہ مقام ملا ہے۔ میری ان گزارشات سے تمام ناظرین اور طلبہ پر یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ دعوتِ الی اللہ ایک اہم ترین فریضہ ہے اور امت ہر دور میں اس کی محتاج رہی ہے اور اسی لیے آج میں نے دعوت کے موضوع پر کچھ کہنے کا ارادہ کیا اور میں نے اس موضوع کو درج ذیل چار نکات میں تقسیم کیا ہے:۔

۱۔ دعوتِ الی اللہ کا حکم اور اس کے فضائل۔

۲۔ دعوتِ الی اللہ کے آداب اور طریقِ کار۔

۳۔ دعوتِ الی اللہ کا محور اور مرکزی نکتہ۔

۴۔ مبلّغ کے اوصاف۔

دعوتِ الی اللہ کا حکم اور اُس کے فضائل

دعوتِ الی اللہ کا حکم کتاب وسنّت میں دعوت الی اللہ کی فرضیت اور فضیلت کے متعلق بہت سے دلائل پائے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ	اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی
يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ	چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے
وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ	اور اچھے کام کرنے کا حکم دے
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	اور بُرے کاموں سے منع کرے
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ	یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے
(آل عمران - ۱۰۴)	ہیں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ	اے پیغمبر لوگوں کو دانش اور نیک
رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ	نصیحت سے اپنے پروردگار کے
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ	رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی
وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ	اچھے طریق سے ان سے مناظرہ
أَحْسَنُ (النحل - ۱۲۵)	کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ	اپنے رب کی طرف دعوت دو
وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ	اور ہرگز مشرکین میں سے نہ
الْمُشْرِكِينَ (القصص۔۸۷)	ہوجانا۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي	کہہ دو میرا راستہ تو یہ ہے میں خدا
أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ	کی طرف بلاتا ہوں۔ سمجھ بوجھ کر
بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ	میں بھی (لوگوں کو خدا کی طرف
اتَّبَعَنِي۔ (یوسف۔۱۰۸)	بلاتا ہوں) اور میرے پیروکار بھی)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات میں اس بات کی اچھی طرح وضاحت کردی کہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہی متبعینِ رسولؐ ہیں اور حقیقتاً انہیں کو اہلِ بصیرت کہلانے کا حق حاصل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اپنانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کیونکہ آپ کو کائنات کی طرف بہترین نمونہ بنا کر بھیجا گیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي	تمہارے لیے اللہ کے رسول ایک
رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	عُمدہ نمونہ ہیں۔ ہر اس شخص کے
لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ	لیے جو اللہ سے ملنے اور روزِ آخرت
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ	کے آنے کی اُمید رکھتا ہو اور

اللّٰہَ کَثِیۡرًا (الاحزاب-۲۱) اللہ کو کثرت سے یاد کرے۔

علمائے اُمّت نے اس بات کی اچھی طرح وضاحت فرما دی ہے کہ دعوتِ الیٰ اللہ کا کام فرض کفایہ ہے۔ اگر کسی علاقے یا ملک میں کوئی جماعت اس فریضہ کو سرانجام دینا شروع کر دے تو وہاں کے دیگر باشندگان پر سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس علاقے کے تمام باشندگان تبلیغی امور میں دلچسپی لیں تو یہ ان کے لیے درجات کی بلندی کا باعث بنے گا اور سنّتِ مؤکدہ پر عمل پیرا ہوں گے اور اگر اس علاقے کا کوئی بھی فرد یہ تبلیغی فریضہ سرانجام دینے کے لیے کمربستہ نہ ہو تو وہاں کے تمام باشندے برابر کے گنہگار ہوں گے۔ ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی ہمّت و بساط کے مطابق تبلیغی مشن میں حصّہ لے۔

اگر آج پوری دُنیا کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس بات کی شدّت سے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مخصوص گروہ ایسا ہونا چاہیے، جو تبلیغ دین کا کام کرے اور پوری دُنیا میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچائے اور ہر ممکن طریقے سے احکامِ الٰہیہ کو لوگوں کے سامنے بیان کرے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی مبلّغین کو مختلف علاقوں کی طرف بھیجا۔ مختلف قبائل کے سرداروں اور بادشاہوں کی طرف ایسے خطوط لکھے جس میں انہیں ایک اللہ کو ماننے کی دعوت دی گئی۔

آج ہمارے دور میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے تبلیغی فرائض سرانجام دینے کے لیے ایسی آسانیاں پیدا فرما دی ہیں جو اس سے پہلے لوگوں کو میسّر نہ تھیں۔

لوگوں پر حجّت قائم کرنے کے لیے آج بہت سے ذرائع استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات و رسائل وغیرہ۔ اس لیے اب اہلِ علم، اہلِ ایمان

اور نائبینِ رسول علیہ السّلام پر واجب ہے کہ یہ تبلیغی فریضہ پوری تندہی سے سرانجام دیں۔ احکاماتِ الٰہیہ کو بندگانِ خُدا تک پہنچائیں اور اس سلسلہ میں کسی کی طعنہ زنی اور ملامت کا ڈر سدِ راہ نہ بنے اور نہ ہی کسی کی طرفداری مطلوب ہو۔ خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، مالدار ہو یا غریب سب کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے احکامات جس شکل میں نازل ہوئے ہیں اسی شکل میں بندگانِ خُدا کے سامنے پیش کیے جائیں۔ اس میں اپنی طرف سے کوئی ترمیم یا اضافہ نہ کیا جائے۔ لیکن دعوتِ الی اللہ کا کام اس وقت فرضِ عین ہو جائے گا جبکہ آپ ایسی جگہ آباد ہوں جہاں کوئی بھی آپ کے سوا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اور اس صُورت میں فرض کفایہ ہو گا، جبکہ آپ ایسی جگہ آباد ہوں جہاں دُوسرے لوگ بھی تبلیغی کام میں حصّہ لیتے ہوں۔

ایسی صورت میں آپ کا دعوت و ارشاد کے کام میں حصّہ لینا سراسر خیرات و طاعات میں سبقت لے جانے کا باعث بنے گا۔

تبلیغی کام کے فرض کفایہ ہونے پر درج ذیل آیت کریمہ بطور دلیل پیش کی جاتی ہے:۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ	اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی
يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ	چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران ۱۰۴)	بُرے کاموں سے منع کرے۔

حافظ ابنِ کثیر اور مفسّرین کی ایک جماعت اس آیت کی تفسیر کرتے ہُوئے

رقمطراز ہیں :۔

" تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو دعوت وارشاد جیسے عظیم فریضہ کو سرانجام دینے کے لیے مخصوص ہو۔ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔ اس کے دین کو ہر سُو پھیلائے اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے احکامات کو لوگوں تک پہنچانے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دے، جیسا کہ فخرِ کائنات، امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کی صبر آزما مراحل سے گزرے، طعنے سُنے، آپ پر کوڑا کرکٹ پھینکا گیا، راستے میں گڑھے کھودے گئے، طائف کی وادی میں لہولہان ہُوئے۔ غرضیکہ تبلیغی فریضہ سرانجام دینے کے لیے آپ نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور کسی کی طعنہ زنی اور ملامت آپ کے راستہ میں کوئی روڑا نہ اٹکا سکی۔ مکہ معظمہ میں آپ نے حسبِ استطاعت یہ فریضہ سرانجام دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہُوئے تبلیغی مشن کو ہر طرف پھیلایا۔ پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو پہلے سے بڑھ کر اس میں حصّہ لیا۔ آپ کے وصال کے بعد صحابہ کرام مختلف ممالک میں پھیل گئے۔ ہر جگہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے دین کا جھنڈا نصب کیا۔ انھوں نے اپنے علم اور صلاحیت کے مطابق یہ فرض ادا کرنے میں پوری محنت اور تندہی سے کام کیا۔"

موجودہ دور میں مبلغین کی کمی، برائیوں کی کثرت اور جہالت کے غلبہ کی بنا پر دعوت و تبلیغ کا کام حسبِ استطاعت ہر شخص پر فرض عین ہو چکا ہے۔ اگر کسی محدود جگہ یعنی کسی بستی یا شہر میں کوئی فرد یا جماعت ایسی موجود ہو جس نے اپنے ذمہ دعوت و تبلیغ کا کام لے رکھا ہے اور باحسن طریق یہ فریضہ سرانجام دیا جا رہا ہے۔

تو وہاں دوسرے لوگوں کا تبلیغی مشن میں حصّہ لینا سنّتِ مؤکدہ پر عمل کرنے کے مترادف ہوگا، کیونکہ اس محدود مقام پر تو حجت قائم ہو چکی ہے لیکن بالعموم علمائے کرام اور مسلمان حکمرانوں پر اپنی بساط کے مطابق یہ کام کرنا فرض عین ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تبلیغ دین من وجہ فرض عین ہے اور من وجہ فرض کفایہ اور سنّتِ مؤکدہ بھی۔ میری دردمندانہ اپیل ہے کہ علمائے دین اور مسلمان حکمران ہر ممکن ذریعہ استعمال کرتے ہوئے لوگوں تک اللہ کے احکامات پہنچائیں اور اس سلسلہ میں ان تمام زندہ زبانوں کو تبلیغ کا ذریعہ بنائیں جو موجودہ دور میں مختلف ممالک میں بولی جاتی ہیں اور ہر شخص کو اللہ کے دین کی باتیں اسی زبان میں بتائی جائیں جسے وہ جانتا ہے۔ موجودہ دور میں تو یہ کام کوئی مشکل نہیں رہا۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات و رسائل کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ان سہولتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مبلغین پر واجب ہے کہ اپنی علمی استطاعت کے مطابق تبلیغی اجتماعات میں وقت کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اللہ کے دین کو لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ آج الحاد و زندیقیت، دہریت، انکارِ رسالت، انکارِ آخرت، عیسائیت، یہودیت، ماسونیت وغیرہ فتنے سر اٹھا رہے ہیں، جو علمائے دین کے لیے ایک کھلا چیلنج ہیں۔

اس وقت تمام علمائے حق اور مسلمان حکمرانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ تمام ممکنہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ان فتنوں کی سرکوبی کریں اور دینِ حق کی دعوت عالمی سطح پر موثر طریقہ کے ساتھ پیش کریں۔ اس سلسلہ میں کوتاہی و سستی کا مظاہرہ دینِ اسلام کے لیے خطرناک نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ دعوت و ارشاد کا کام سرانجام دینے کے لیے باہمی تعاون اور اشتراکِ عمل انتہائی ضروری ہے۔

کیونکہ اس وقت دشمنانِ اسلام دین کو مشکوک بنانے اور لوگوں کو دین سے متنفر کرنے اور اللہ کی راہ سے روکنے کے لیے باہمی تعاون اور ہر ممکن ذریعہ استعمال کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کا مقابلہ اس صورت میں مؤثر طریقے سے کیا جا سکتا ہے کہ آج مسلمان بھی متحد ہوں، باہمی تعاون کا مظاہرہ کریں اور تمام ممکنہ ذرائع کو استعمال کریں۔

تبلیغِ دین کی فضیلت

تبلیغ دین اور مبلّغین کی عظمت و فضیلت کے موضوع پر بہت سی آیات و احادیث وارد ہیں جو اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا	اور اس شخص سے بات کا اچھا
مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ	کون ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف
وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ	بلائے اور نیک عمل کرے اور
اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (حم السجدۃ۔۳۳)	یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

غور کیجئے اس آیت کریمہ میں مبلّغین کو کس عمدہ انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔

جماعت مبلّغین میں سب سے ارفع و اعلیٰ شان داعیٔ حق محبوبِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور آپ کے بعد درجہ بدرجہ صحابہ کرامؓ، تابعین، محدثین، ائمہ کرام اور صلحائے اُمت کی شان ہے جنہوں نے اپنے علم اور صلاحیت کے مطابق دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیا۔

اے اللہ کے بندے! تیرے لیے یہ عظمت کافی ہے کہ تجھے متبعینِ رسول

علیہ السلام میں شامل کر لیا جائے اور تیرا شمار ان لوگوں میں ہو جن کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں کیا گیا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مبلّغ سے بڑھ کر کائنات میں اچھی بات کرنے والا اور کوئی نہیں، اس لیے کہ وہ صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف بلاتا ہے۔ اسی کی راہ دکھلاتا ہے اور وہ از خود بھی ان باتوں پر عمل کرتا ہے جن کی طرف دوسرے لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ ہر باطل چیز کا انکار کرتا ہے۔ لوگوں کو اس سے ڈراتا ہے اور خود بھی اس سے پہلوتہی اختیار کرتا ہے اور وہ صراحتاً اس بات کا اعلان کرتا ہے

اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

اور وہ اپنے مُسلمان ہونے کا اعلان بڑی فرحت وانبساط سے کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اسلام کی نعمت کا نصیب ہو جانا خداوند ذُوالجلال کا بڑا احسان ہے۔ یہ اس شخص کی مانند نہیں ہوتا جو اس بات کو ناپسند کرتا ہو کہ کوئی اسے مسلمان کہہ کر پکارے یا اسلام کی طرف اس کی نسبت کرے۔ کیونکہ اسے بعض غیر مسلموں کی مراعت اور چاپلوسی مقصود ہوتی ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

بلکہ بندہ مومن، داعی حق، پختگیٔ ایمان کا حامل، احکامِ الٰہیہ کا عارف تو حقوق اللہ کی وضاحت کرتا ہے۔ میدانِ تبلیغ میں ہر وقت چوکس رہتا ہے جس کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے، اس پر خود بھی عمل کرتا ہے اور جس سے لوگوں کو ڈراتا

ہے، اس سے خود بھی باز رہتا ہے اور اسے اپنے مسلمان ہونے پر انتہائی خوشی محسوس ہوتی ہے بلکہ وہ اس آیت کریمہ کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالتا ہے:۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ	کہہ دو کہ (یہ کتاب) خدا کے
وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ	فضل اور اس کی مہربانی سے نازل
فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ	ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس سے
مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔	خوش ہوں یہ اس سے کہیں بہتر
(یونس - ۵۸)	ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

اللہ کی رحمت سے خوش ہونا شرعی حکم ہے لیکن منکرات پر خوشی کا اظہار کبر و نخوت کی فہرست میں شامل ہے اور اس سے اہل ایمان کو سختی سے منع کر دیا گیا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ	اترائیے مت کہ خدا اترانے
لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ۔	والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تکبّر و نخوت اور اپنے آپ کو لوگوں پر فوقیت دینا شرعاً ممنوع ہے لیکن اللہ کا دین اور اس کی ہدایت حاصل ہونے پر خوشی کا اظہار شرعاً قابلِ تعریف ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے:۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا	اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے
اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔	جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔

یہ آیت کریمہ دعوت و تبلیغ کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے سب سے زیادہ

جامع ترین آیت ہے اور اس میں اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ مبلغین دین متین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے شرف وعظمت اور مرتبے والے ہیں، لیکن تبلیغ کے میدان میں پیغمبر علیہ السلام تو کائنات میں سب سے زیادہ بلند مقام اور اعلیٰ درجے پر فائز ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا یہ یہ فرمان بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ	کہہ دو یہ میرا سیدھا راستہ ہے
اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى	میں خدا تعالیٰ کی طرف بُلاتا ہوں
بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ	سمجھ بوجھ کے ساتھ میں اور جس
اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ	نے میری پیروی کی۔ اللہ پاک
وَمَآ اَنَا مِنَ	ہے۔ اور میں مشرکوں میں سے
الْمُشْرِكِيْنَ (یوسف۔۱۰۸)	نہیں ہوں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس بات کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام لوگوں کو علیٰ وجہ البصیرۃ خُدا تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں آپ کے پیروکار بھی آپ ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں دعوت وتبلیغ کی فضیلت وعظمت کا ثبوت ملتا ہے۔ حقیقی متبعینِ رسول ؐ وہ مبلغین حضرات ہی ہیں جو لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف علیٰ وجہ البصیرۃ دعوت دیتے ہیں۔

بصیرت اس نُورِ علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ایک مبلّغ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ بصیرت کا حصول مبلّغ کے لیے ایک بہت

بڑا شرف ہے۔ لوگوں کو نیکی کی دعوت دینا مبلغ کے لیے مسلسل اجر و ثواب کا ذریعہ بنتا ہے۔

جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهِ۔ (مسلم)

جس نے کسی کو نیکی کی طرف رہنمائی کی اسے نیکی کرنے والے کے مساوی اجر و ثواب ملے گا۔

اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:۔

مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا یَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اثام من تبعه لا ینقص ذالك من اثامهم شیئا۔ (الحدیث)

جس نے کسی کو رشد و ہدایت کی طرف دعوت دی تو اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ اس کی بات ماننے والے کو ملا۔ راہِ ہدایت پر گامزن ہونے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کسی گمراہی کی طرف دعوت دی تو اسے اسی قدر گناہ ہوگا جس قدر گمراہی کی راہ پر چلنے والے کو اور گمراہی کی راہ پر گامزن ہونے والوں کے گناہ میں ذرا برابر کمی نہیں کی جائے گی۔

یہ مذکورہ بالا حدیث بھی دعوت الی اللہ کی فضیلت وعظمت پر دلالت کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:۔

فَوَ اللّٰہِ لَاَنْ یَّھْدِیَ	بخدا، اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے
اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَّاحِدًا	ایک انسان کو بھی ہدایت نصیب
خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمُرِ	فرمادے تو وہ تیرے لیے سرخ نسل
النَّعَمِ۔	کے اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے

اس حدیث کی صحت پر تمام محدّثین کا اتفاق ہے۔

غور کیجئے یہ حدیث کی دعوت الی اللہ کی فضیلت وعظمت پر دلالت کرتی ہے اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ تبلیغ بہت بڑی نیکی کا کام ہے اور مبلّغ کو ان لوگوں کے اجر وثواب میں برابر کا شریک کیا جائے گا۔ جن لوگوں کو ان کی وساطت سے ہدایت نصیب ہوئی، خواہ وہ لاکھوں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں۔ غرضیکہ ان کے اجر وثواب کے مساوی مبلّغ کو بھی اجر وثواب نصیب ہوگا۔

اے مبلّغ دین متین مبارک ہو کہ تجھے کتنے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز کیا گیا ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اُمّت محمدیہ میں تمام صلحاء واتقیاء کو جو ثواب خداوند ذوالجلال کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔ سردارِ دو عالم حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی ان سب کے مساوی مسلسل اجر وثواب مل رہا ہے کیونکہ تمام صلحاء واتقیاء کو نیکی کی توفیق آپ کی راہنمائی کی بنیاد پر ہوئی۔

کیا خوب یہ کتنی بڑی خداوند ذوالجلال کی نعمت ہے جو سرکارِ دو عالم علیہ السّلام

کے حصہ میں آئی۔ قیامت تک آپ کے پیروکار جو نیکی بھی کریں گے اس میں آپ کا بھی حق ہوگا، کیونکہ آپ ہی نے تو انہیں ہدایت کا راستہ دکھلایا۔

اے مبلغِ دین متین! تو بھی تو اسی راہ پر گامزن ہے اور اسی منزل کا مسافر ہے۔ تجھے بھی خداوند ذوالجلال کے فضل و کرم سے تیری آواز پر لبیک کہنے والوں اور نیکی کی دعوت قبول کرنے والوں کے اجر و ثواب میں برابر کا ثواب دیا جائے گا۔ اس عظیم نیکی کو اپنے لیے غنیمت سمجھیں اور بلند مقام حاصل کرنے کے لیے سرگرمی کا مظاہرہ کریں۔

دعوتِ الی اللہ کا طریقِ کار

دعوتِ الی اللہ کی کیفیت اور اسے پیش کرنے کا طریق کار اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرما دیا ہے۔ اور ذخیرۂ احادیث میں بھی بہت سے دلائل پائے جاتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ واضح اور روشن دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (النحل-۱۲۵)	اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں وہ کیفیت اور اسلوب بیان کیا ہے، جسے ہر مبلّغ دین کو اپنانا چاہیے۔ اس آیت کریمہ میں اوّلاً حکمت کو اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس مقام پر حکمت سے مراد وہ دلائل و براہین ہیں جن سے حق واضح اور باطل ملیامیٹ ہو جائے۔ اسی لیے بعض مفسرین نے قرآن مجید کو حکمت عظمیٰ قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں حق کو واضح کرنے کے لیے ایسا عمدہ و اعلیٰ اسلوب اختیار کیا گیا ہے، جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی اور اس میں ایسے دلائل و براہین پیش کیے گئے ہیں جن کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال حکمت ایک ایسا جامع لفظ ہے جس سے یہ بھی مراد لیا جاتا ہے کہ علم و بصیرت کی بنیاد پر دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں واضح دلائل و براہین قطعیہ کا استحضار و استعمال حکمت

کہلاتا ہے۔

ویسے یہ ایک مشترک کلمہ ہے جس کا اطلاق بہت سے معانی پر ہوتا ہے۔ اس کا اطلاق، نبوت، علم، تفقہ فی الدین، عقل اور تقویٰ وغیرہ پر ہوتا ہے۔

علامہ شوکانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، حکمت اس خوبی کا نام ہے جس کے ذریعے انسان غیر دانشمندانہ اقدامات سے بچتا ہے۔ وہ حکمت ہی تو ہے جو انسان کو بیہودگی کے ارتکاب سے روکتی ہے، باطل کو اختیار کرنے سے باز رکھتی ہے۔ اسی لیے تو آیات قرآنیہ اس کا زیادہ استحقاق رکھتی ہیں کہ انہیں حکمت سے تعبیر کیا جائے۔

اسی طرح کتاب اللہ کے بعد احادیث صحیحہ بھی اس کا استحقاق رکھتی ہیں کہ انہیں لفظ حکمت سے تعبیر کیا جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عظیم قرآنِ حکیم میں احادیث مبارکہ کو سراپا حکمت قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۔ — اور وہ انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں حکمت سے مراد حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

علاوہ ازیں واضح قرآنی دلائل کو بھی حکمت کہتے ہیں۔ راست اور خوش کلامی بھی حکمت کہلاتی ہے۔ لغوی اعتبار سے گھوڑے کی لگام کو بھی حکمت کہتے ہیں، کیونکہ اس کے ذریعے گھوڑے کو صحیح راستے پر چلایا جاتا ہے۔

بہر حال حکمت اس صلاحیت وکیفیت کا نام ہے جو متصف کو راہِ باطل سے چلنے سے روکتی ہے اور راہِ حق پر گامزن ہونے کی دعوت دیتی ہے اور اسے

اس حد پر ٹھہر جانے پر مجبور کرتی ہے جو حد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مقرر کر دی ہے۔ ہر ایک مبلّغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ تبلیغ کا آغاز حکمت ودانائی کی بنیاد پر کرے اور اسے ہر وقت ملحوظ خاطر رکھے اور اگر مخاطب نکتہ چین اور تُرش مزاج ہو تو اسے تبلیغ موعظہ حسنہ کے اصول پر ہو اور ترغیب وترہیب پر مشتمل آیات واحادیث اُسے سنائی جائیں۔ اگر وہ مختلف قسم کے شبہات میں مبتلا ہے تو مبلّغ کی ذمہ داری ہے کہ اس کے ساتھ احسن طریق سے تبادلہ خیال کرے اور قرآن وسنّت کے ایسے دلائل پیش کرے جن سے اس کے شبہات زائل ہو جائیں۔

اور مخاطب کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے بلکہ اس سلسلہ میں انتہائی صبر وتحمّل کا مظاہرہ کرے۔ جلد بازی اور تُرش روئی سے کام نہ لے

اے مبلّغ دین اور داعی حق!

اگر تو نے احسن طریق سے دعوت دیتے ہوئے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے دلائل پیش کیے۔ ترغیب وترہیب کا انداز اختیار کیا۔ معترض کے سوالات کا تسلّی بخش جواب دیا۔

جلد بازی وترش روئی سے اجتناب کیا تو یہ طرز عمل تیرے لیے انتہائی مفید ثابت ہو گا۔

دیکھیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو جب فرعون کی طرف بھیجا تو ساتھ ہی یہ تلقین بھی کی کہ اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا کیونکہ وہ پرلے درجے کا سرکش ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طٰهٰ - ۴۴)

تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا شاید کہ وہ غور کرے یا ڈر جائے۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:-

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران - ۱۵۹)

اے محمدؐ خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد مزاج ان لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر آپ ترش رو سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے ایک مبلغ کا بنیادی فرض ہے کہ حکیمانہ اسلوب اختیار کرے اور بصیرت کا ثبوت دے۔ نہ تو وہ جلد بازی سے کام لے اور نہ ہی ترش روئی کا انداز اختیار کرے بلکہ اپنی دعوتی گفتگو میں کتاب وسنت کے دلائل پیش کرے۔ بوقت ضرورت احسن طریق سے مجادلہ کا اسلوب بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

یہ دعوت اور تبلیغ کا طریق کار ہے، جسے ہر مبلغ کے لیے اپنانا ازبس ضروری ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ جاہل آدمی کی تبلیغ قطعاً نفع بخش نہیں ہو سکتی اس لیے کہ وہ علم سے کورا اور تہی دامن ہونے کی بنا پر خلق خدا میں سے کسی کو راہِ راست کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔

دعوت اِلی اللہ کا مرکز و محور

اب یہ چیز قابلِ غور ہے کہ وہ کونسا مرکزی نکتہ ہے جس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا مقصود ہے۔ تمام مبلّغین پر یہ واجب ہے کہ لوگوں کے سامنے اس مرکزی نکتہ کی وضاحت کریں جیسا کہ پیغمبرانِ خدا علیہم السّلام نے وضاحت کی۔ اور وہ مرکزی نکتہ یہی ہے کہ بندگانِ خدا کو صراطِ مستقیم کی طرف بلایا جائے۔ اسی صراطِ مستقیم کو دُوسرے لفظوں میں اسلام کہا جاتا ہے اور دینِ حق بھی اسی کو کہتے ہیں:۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ ۔ — اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو۔

اس آیت کریمہ میں "سبیل رب" سے مراد اسلام ہے۔ اسی کو صراطِ مستقیم اور دینِ الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وہی دین ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے اور یہی وہ مرکز و محور ہے جس کی طرف لوگوں کو بلایا جائے۔

دعوت کسی شخص کے مذہب یا کسی شخص کی رائے کو تسلیم کرنے کے لیے نہ دی جائے اور نہ ہی مختلف مذاہب، مختلف آراء اور مختلف مکاتیبِ فکر کے پرچار کے لیے ہو۔ دعوت ہو تو صرف دینِ الٰہی کو اختیار کرنے کے لیے اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے لیے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے یہی مشن دے کر اپنے پیارے نبی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کی طرف بھیجا۔ قرآن عظیم اور سنّت مطہرہ کا اصل مقصود بھی یہی ہے۔

دعوت وتبلیغ میں سب سے زیادہ توجہ صحیح عقیدہ، خالص توحید، عبادت الٰہی، ایمان باللہ، ایمان بالرسول، ایمان بالیوم الآخر جیسے عنوانات کی طرف دی جائے یہی دین حق کی اصل بنیادیں ہیں اور اس ضمن میں خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ واجبات و فرائض یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی اہمیت بھی لوگوں کے سامنے بیان کی جائے جہاد فی سبیل اللہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی طرف بھی لوگوں کو رغبت دلائی جائے اور اس ضمن میں تمام مشروعات مثلاً طہارت، معاملات، نکاح، طلاق، خلع جنایات، جنگ وجدل اور امن وآشتی کے مسائل سمجھائے جائیں۔

- ○ دینِ الٰہی ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور انسانی زندگی کے تمام دینی و دنیوی مسائل کا حل پیش کرتا ہے اور ہر دور میں مکمل راہنمائی کرتا ہے۔
- ○ دینِ الٰہی انسان کو اچھے اخلاق اور اچھے اعمال اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے اور ہر قسم کی بداخلاقی و بداعمالی سے روکتا ہے۔
- ○ دینِ اسلام عبادت وقیادت کا مجموعہ ہے۔ بیک وقت ایک دیندار انسان عبادت گزار بھی ہوتا ہے اور سپہ سالار بھی۔
- ○ دین اسلام عبادت اور حکمرانی کا مجموعہ ہے۔ بیک وقت ایک مومن، عابد، زاہد اور روزے دار بھی ہوتا ہے اور شریعت الٰہیہ کو نافذ کرنے والا حکمران بھی۔
- ○ دین عبادت اور جہاد کا سنگم ہے۔ بیک وقت مومن ایک اللہ کی بندگی کی طرف دعوت بھی دیتا ہے اور جو دین سے برگشتہ ہو اس کے خلاف جہاد

بھی کرتا ہے۔

○ دین صحیفہ آسمانی اور سیف کا مجموعہ ہے۔ ایک دیندار قرآن حکیم کی آیات پر غور و تدبّر بھی کرتا ہے اور اگر ضرورت محسوس کرے تو تلوار کے ذریعے احکاماتِ الٰہیہ کو بھی نافذ کرتا ہے۔

○ دین بیک وقت سیاست اور معاشرت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس میں اخلاق فاضلہ، اخوّت، معاشرت اور باہمی ربط و تعلق کے عنوانات پر کھل کر بحث کی گئی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ	اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی)
جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔	رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور
(آل عمران۔۱۰۳)	فرقہ فرقہ نہ ہو جانا۔

○ دین الٰہی ایسی معاشرت اور طرزِ سیاست کی بنیاد رکھتا ہے جس سے انسانی معاشرہ ایک پلیٹ فارم پر مجتمع ہو۔ نیز دلوں کی صفائی، اخوّتِ اسلامیہ، نیکی و تقویٰ کے معاملات میں باہمی تعاون، امانت کی ادائیگی عدل و انصاف اور شریعتِ الٰہیہ کے نفاذ کے لیے اسلام واضح طور پر دعوت پیش کرتا ہے۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ	خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ
تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓى	امانت والوں کی امانتیں ان کے
اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ	حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں

النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ	میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف
اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ	سے فیصلہ کیا کرو۔ خدا تمہیں
بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا	خوب نصیحت کرتا ہے، بیشک
بَصِيْرًا (النساء-۵۸)	خدا سنتا اور دیکھتا ہے۔

- دین اسلام میں جہاں عبادت، جہاد، معاشرت اور سیاست جیسے اہم عنوانات پر بحث کی گئی ہے وہاں اقتصادیات کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔
- اسلام نہ تو ظالم سرمایہ دارانہ نظام کو پسند کرتا ہے اور نہ غاصبانہ نظامِ اشتراکیت کو۔ ذرا غور کیجئے ایک طرف تو یورپ نے مال و دولت کی تعظیم کی۔ مال سے محبت اور اسے جمع کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا اور حلال و حرام کی قطعاً کوئی تمیز نہ کی تو دوسری طرف سوویت یونین یعنی روس اور اس کی ڈگر پر چلنے والے دیگر ملحد ممالک نے اپنے ماتحت عوام کی عزّت و آبرو اور مال و دولت کا قطعاً احترام نہ کیا جس کے نتیجہ میں عزتیں لٹیں، قتل و غارت کا بازار گرم ہوا، دینِ الٰہی کا مذاق اڑایا گیا اور وہاں کے باشندوں کو اس قدر لاچار اور بے بس کر دیا گیا کہ وہ بیچارے غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔

لیکن اسلام نے ہر شخص کی انفرادی ملکیت کو تحفظ دیا اور مال و دولت کمانے کے ایسے طریقے وضع کیے جن کو بروئے کار لا کر ہر فرد امن و سکون کا سانس لے سکتا ہے۔

اسلام میں کاروباری معاملات میں ظلم و زیادتی اور سُود جیسی قباحت کو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے تاکہ معاشرے میں امن و سکون کی فضا قائم ہو اور ہر ایک کی انفرادی ملکیت کا احترام قائم ہو۔ غرضیکہ اسلام سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت

کے مابین ایک ایسا عمدہ حکیمانہ طرزِ معیشت پیش کرتا ہے کہ جس کو اختیار کرنے سے انسان ہر قسم کی ظلم و زیادتی اور محرومی و تنھوری سے بچ سکتا ہے۔

اسلام نے ہر شخص کو جائز و حلال طریقے سے کمانے کی ترغیب دی ہے۔ اور دُوسروں کے مال پر نظر رکھنا ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (النساء۔۲۹)	مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے پر نہ کھاؤ۔

اس ضمن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:۔

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔	ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔
اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَفِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا۔	بلاشبہ تمہارے خون، مال، عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں اس دن کی۔ اس ماہ اور اس شہر میں حرمت کی طرح۔
لَاَنْ يَاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَاْتِيَ بِحُزْمَةٍ مِنْ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ	اگر تم میں سے کوئی ایک رسی لے اور ایندھن کا ایک گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر اسے فروخت کرے اور

فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ	اس طرح اللہ اس کی عزت
بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَّهُ	محفوظ فرمائے تو اس کے لیے
مِنْ سُؤَالِ النَّاسِ	اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ
اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ ۔	لوگوں سے مانگے خواہ وہ اسے
	دیں یا نہ دیں ۔

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا کسب بہتر ہے، آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ	ہر وہ کام جو انسان اپنے ہاتھ
وَكُلُّ بَيْعٍ مَّبْرُوْرٍ ۔	سے کرے اور ہر جائز تجارت ۔

ایک موقع پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا	اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر ایسا
اَفْضَلَ مِنْ اَنْ يَّاْكُلَ	کوئی کھانا نہیں جو کسی انسان
مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَكَانَ	نے کھایا ہو اور اللہ کے نبی داؤد
نَبِيُّ اللّٰهِ دَاوٗدَ يَاْكُلُ	علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر
مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ ۔	کھایا کرتے تھے ۔

ان احکامات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نہ تو ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام کا ساتھ دیتا ہے اور نہ ہی ان اشتراکی ملحدوں کی ہم نوائی کرتا ہے جن ظالموں نے لوگوں کے مال چھینے اور ان کی عزتیں پامال کیں ۔ ملک کے باشندوں کو غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ۔

اسلام تو ہر ایک کو ایمانی اخوت، رواداری، خیر خواہی، عبادت گزاری اور احترام مسلم کی تلقین کرتا ہے۔ اور کینہ، بغض، حسد، دھوکہ دہی، خیانت اور ہر قسم کے گھٹیا اور رذیل اخلاق و عادات سے ہر کسی کو اجتناب کا حکم دیتا ہے۔ اسلام نے تو باہمی تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے کے لیے ایسی ایسی ہدایات فرمائیں جن کی ایک جھلک درج ذیل آیات و احادیث میں دیکھ سکتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ	مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ	کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے
يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ	کو کہتے اور بری باتوں سے منع
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ	کرتے، نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ	خدا اور اس کے رسول کی اطاعت
الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ	کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا
وَرَسُوْلَهٗ أُولٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ	رحم کرے گا۔ بے شک خدا غالب

اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (التوبہ ۷۱) حکمت والا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات) سب مومن بھائی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ	مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی
لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ	ہے نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے، نہ

وَلَا یَخْذُلُہٗ۔ اسے حقیر جانتا ہے اور نہ اسے رسوا کرتا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث مبارک میں اس بات کی اچھی طرح وضاحت کردی گئی ہے کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ ہر مسلمان بھائی کا احترام اس پر واجب ہے اور اسے حقیر جاننا ایک مذموم حرکت ہے بلکہ اس کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنا چاہیے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھنا چاہیے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے

کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ ایک عمارت کی مانند ہے جس کا

بَعْضُہٗ بَعْضًا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:۔

اَلْمُؤْمِنُ مِرْءَۃُ مومن اپنے دوسرے مومن بھائی

اَخِیْہِ الْمُؤْمِنِ۔ کا آئینہ ہے۔

میرے بھائی تم بھی اپنے مومن بھائی کا آئینہ بنو اور اپنے آپ کو اس عمارت کی ایک اینٹ سمجھو جو عمارت اخوت ایمانیہ پر استوار ہوتی ہے۔ اپنے مومن بھائی کے معاملات میں اللہ سے ڈرو، اس کا حق پہچانو، حق، خیرخواہی اور سچائی کی بنیاد پر اس سے معاملات کو نپٹاؤ اور تم پہلے خود اسلام کو مکمل ضابطہ حیات کے طور پر اپناؤ۔ تمہاری یہ روش نہیں ہونی چاہیے کہ اسلام کے بعض احکامات کو تو مان لو اور بعض کو چھوڑ دو اور یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ صرف عقیدہ کو درست کرو لیکن اعمال

صالحہ کی طرف کوئی توجہ ہی نہ ہو بلکہ اسلام کے تمام احکامات کو تسلیم کرو خواہ ان کا تعلق عقیدہ سے ہو یا اعمال سے، عبادت سے ہو یا جہاد سے، معاشرت سے ہو یا سیاست سے، اقتصاد سے ہو یا تمدن سے۔ بہر حال اسلام کو من کل الوجوہ تسلیم کرنا ہر مسلمان کا بنیادی فرض ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	مومنو! اسلام میں پورے پورے
ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً	داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے
وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ	نہ چلو وہ تو تمہارا صریح دشمن
إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (البقرۃ۔۲۰۸)	ہے۔

سلف صالحین کی یہ رائے ہے کہ اس آیت کریمہ میں جو لفظ (سلم) استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد اسلام ہے۔ اسلام انسان کو دنیا و آخرت میں سلامتی اور نجات کا راستہ دکھاتا ہے۔ اسلام ہر ایک کو امن و آشتی کا پیغام دیتا ہے اور ہر کسی کی جان مال اور عزت کا محافظ ہے۔

ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً

اسلام میں مکمل طور پر داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اسلام کے تمام احکامات کو بجا لائے۔ یہ نہ ہو کہ بعض احکامات تو تسلیم کرے اور بعض سے انحراف کرے۔ اللہ کی شریعت تو زندگی کے ہر شعبے پر نافذ ہونی چاہیے خواہ عبادات کے مسائل ہوں یا باہمی معاملات کے نکاح طلاق کا مسئلہ ہو یا نان و نفقہ کا پرامن حالات ہوں یا جنگ کے دشمن کے ساتھ معاملہ ہو یا دوست کے ساتھ۔ غرضیکہ ہر مرحلہ پر اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے۔ دین الٰہی کی

حاکمیت تو کائنات کی ہر چیز پر ہو گی کسی مسلمان کو یہ معیار قطعاً نہیں بنانا چاہیے۔ کہ ایک شخص کے ساتھ آپ دوستی اس لیے کریں کہ وہ آپ کی ہر معاملہ میں موافقت کرتا ہے اور دوسرے انسان سے دشمنی محض اس لیے مول لیں کہ اس نے کسی مرحلہ پر آپ کی مخالفت کی تھی۔

یاد رکھیے ایسا طرزِ عمل عدل و انصاف کے بالکل منافی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی بعض مسائل میں اختلاف ہو جایا کرتا تھا لیکن یہ اختلاف ان کے باہمی تعلقات پر قطعاً اثر انداز نہ ہوتا۔

مومن کی تو امتیازی شان ہی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو ہر چیز پر مقدم جانتا ہے۔ حق کی وضاحت کے لیے باقاعدہ دلائل و شواہد پیش کرتا ہے کسی مسلمان بھائی پر ظلم و زیادتی کو روا نہیں جانتا اور وہ عدل و انصاف کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ کبھی ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ مسائل میں اختلاف باہمی عداوت پر منتج ہو۔

اسلام عدل و انصاف، حق و احسان اور مساوات کا داعی ہے۔ اس میں خیر و بھلائی، پاکیزہ اعمال، عدل و انصاف اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے اور ہر مذموم عادت سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ	خدا تم کو انصاف اور احسان
بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ	کرنے اور رشتہ داروں کو خرچ
وَاِيْتَاۤئِ ذِى الْقُرْبٰى	سے مدد دینے کا حکم کرتا ہے اور

وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ	بے حیائی اور نامعقول کاموں سے
وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ	منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (النحل-۹۰)	کرتا ہے کہ تم یاد رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا	لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور
خَلَقْنَاكُم مِّن	ایک عورت سے پیدا کیا ہے
ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ	اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا	تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت
وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا	کرو۔ خدا کے نزدیک تم میں سے
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ	زیادہ عزّت والا وہ ہے جو زیادہ
عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ	پرہیزگار ہے۔ بے شک خُدا
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ	سب کچھ جاننے والا اور سب سے
خَبِيرٌ (الحجرات-۱۳)	باخبر ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلام کے داعی و مبلغ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو مکمل اسلام کی طرف دعوت دے۔ اسلام کی بعض جزئیات پر ہی اپنی تمام تر قوتیں صرف نہ کر دے اور نہ ہی کسی خاص فرقے، مذہب اور شخصیت کے مخصوص نظریات کا ہی پرچار کرتا رہے بلکہ اس کے پیشِ نظر صرف حق کی وضاحت کرنا مقصود ہو اور لوگوں کو حق پر قائم رکھنے کا جذبہ موجزن ہو۔

جب سے مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے مذہبی عصبیت

مظاہرہ کیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ فلاں کا مذہب فلاں سے بہتر ہے۔ اسی وقت سے فرقہ بندی اور اختلافات رُونما ہوئے اور نوبت بایں جا رسید شافعیؒ نے حنفیؒ کے پیچھے اور حنفیؒ نے مالکی اور حنبلیؒ کی اقتدا میں نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ یہ صورتِ حال مُسلمانوں کے لیے مصیبتِ عظمیٰ بن کر نمودار ہوئی۔ اس کو اگر شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے سے تعبیر کیا جائے تو مبالغہ آرائی اور خلافِ حقیقت نہ ہوگا۔

اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ ائمۂ عظام رُشد و ہدایت کے پیامبر تھے۔
امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ،
رحمهم الله رحمة واسعة۔

بلاشبہ یہ تمام ہستیاں اُمت کی محسن ہیں۔ یہ ہدایت کے روشن ستارے ہیں۔ انہوں نے خلوصِ دل سے لوگوں کو حق کی طرف دعوت دی۔ دینِ الٰہی کا پوری تندہی سے پرچار کیا اور دینِ حق کا بول بالا کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ لیکن ان ائمۂ ہُدیٰ کے مابین بعض اوقات باہمی اختلافات بھی رُونما ہوئے لیکن وہ اختلافات دلیل کے نہ ملنے یا کمزور دلیل کی بنا پر معرضِ وجود میں آئے۔ چونکہ یہ تمام مجتہد تھے اور یہ ایک اصولی بات ہے کہ اگر مجتہد اپنے اجتہاد میں صحیح نکتے پر پہنچ جائے تو اسے دُہرا ثواب ملتا ہے اور اگر خُدانخواستہ اجتہاد درست نہ ہو تو پھر بھی اخلاصِ نیّت کی بنا پر اکہرے اجر و ثواب کا وہ ضرور مستحق ہوگا۔

اے داعیٔ حق و مبلغِ اسلام!
تجھے لازمی طور پر ان ائمۂ کرام کو عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور تیرے دل میں ان کے متعلق احترام کے جذبات ہوں اور تجھے یہ بھی معلوم

ہونا چاہیے کہ یہ تمام ائمہ اسلام دینِ متین اور صراطِ مستقیم کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے تھے۔

ان ائمہ کرام کا احترام ملحوظِ خاطر رہے۔ لیکن کسی بھی مرحلہ پر یہ احترام تجھے اندھی تقلید پر آمادہ نہ کرے۔

تمہارا یہ دینی فریضہ ہے کہ حق کی اتباع کریں اور ہر دم کتاب و سنّت کے دلائل کو پیشِ نظر رکھیں۔

اندھی تقلید ایک مبلّغ کو قطعاً زیب نہیں دیتی۔ اے مبلّغ اس راستہ کو انتہائی محتاط طریقے سے اختیار کرنا ہوگا۔ دعوتِ الی اللہ کا تو دراصل مقصود ہی یہ ہے کہ لوگوں کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ اسلام کی طرف لایا جائے اور ان کی حق بات کی طرف راہنمائی کی جائے تاکہ وہ غضبِ الٰہی اور عذابِ جہنّم سے بچ جائیں بعینہٖ اسی طرح ایک کافر کو کفر کی تاریکی سے نکال کر اسلام کی روشنی کی طرف لانا اور ایک جاہل کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف لانا اور ایک نافرمان کو نافرمانی کے اتھاہ اندھیروں سے نکال کر نورِ اطاعت کی طرف لانا ہی حقیقتاً دعوتِ الی اللہ کا مقصدِ وحید ہے۔

جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ	اللہ دوست ہے ان لوگوں کا
اٰمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ	جو ایمان لائے۔ ان کو اندھیرے
الظُّلُمٰتِ اِلَى	سے نکال کر روشنی میں لے
النُّوْرِ (البقرۃ - ۲۵۷)	جاتا ہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصدِ وحید ہی یہ ہے کہ لوگوں کو کُفر و شرک اور معصیت کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام، توحید اور اطاعتِ خداوندی کی تابانیوں سے روشناس کرایا جائے۔

علمائے کرام، مبلّغین اسلام چونکہ انبیاءِ عظام کے وارث ہیں۔ لہٰذا ان پر بھی یہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نورِ الٰہی کی طرف لائیں۔ اور انہیں جہنّم کی تباہ کاریوں سے بچائیں اور انہیں شیطان اور خواہشاتِ نفس کی پیروی سے چھڑا کر خداوند ذوالجلال اور رسول مقبول علیہ السّلام کی محبّت کا رسیا بنادیں۔

مُبلّغین کے اوصاف

تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دینے والے حضرات کے لیے ضروری ہے کہ وہ اخلاق کریمانہ اور اوصاف حمیدہ سے متصف ہوں خصوصاً درج ذیل اوصاف ہر ایک مبلّغ میں لازماً پائے جانے چاہئیں :۔

اخلاص ہر ایک مبلّغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مخلص ہو۔ اور ریاکاری شہرت یا خود نمائی کا خوگر نہ ہو۔ اور وہ دعوت و تبلیغ کا کام خالصۃً خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے کرے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ (اے محمدؐ کہہ دیجیے) کہ یہ میرا راستہ ہے میں تو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ ۔ اور اس سے بات کا کون اچھا ہے کہ جس نے اللہ کی طرف دعوت دی۔

خلوصِ نیّت سے دین کا پرچار کرنے والا مبلّغ کائنات میں افضل ترین انسان ہے۔ اخلاص نیت تمام اوصافِ حمیدہ کی سردار ہے اور تمام اعمال صالحہ کی

بنیاد ہے۔

اگر یہ نہ ہو تو کوئی بھی عمل بارگاہِ ایزدی میں قبول نہیں ہوتا۔

علم دُوسری خوبی جس کا ہر ایک مبلّغ میں ہونا ضروری ہے وہ پختگی علم ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کوئی مبلّغ ایسے مسائل پر گفتگو کر رہا ہو کہ جس کے متعلق اسے مکمل معلومات نہ ہوں تو اس کی دعوت قطعی طور پر نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کرایا گیا۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْ	کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں
اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف علیٰ وجہ البصیرۃ دعوت
عَلٰى بَصِيْرَةٍ	دیتا ہوں۔

داعی و مبلّغ کے لیے علم کا حصول ازبس ضروری ہے۔ اے مبلّغ دین اور داعی حق تجھے جہالت کی بنیاد پر قطعاً دعوت وارشاد کا کام نہیں کرنا چاہیے۔ ہر وہ بات کہنے سے پرہیز کریں جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ جاہل سے کسی تخریب کی توقع تو ہو سکتی ہے لیکن اس سے تعمیر کی توقع قطعاً نہیں کی جا سکتی۔ وہ فساد تو برپا کر سکتا ہے لیکن اصلاحِ احوال کا کام قطعاً نہیں کر سکتا۔

اے داعیانِ حق اور مبلّغین دین اسلام!

اوامر و نواہی میں ہر اس حکم کی طرف لوگوں کو دعوت دیں جس سے تمہیں بصیرت حاصل ہو چکی ہو۔

علم و بردباری تیسری خوبی جس کا ہر ایک مبلّغ میں ہونا ازبس ضروری ہے وہ حلم و بردباری ہے۔ ہر ایک داعی حق کو حلیم الطبع، رقیق القلب

بلند حوصلہ، بُردبار اور صابر و شاکر ہونا چاہیے۔ جیسا کہ پیغمبرانِ خدا علیہم السلام ان اوصاف سے بدرجۂ اتم متصف تھے۔

اے داعی حق و مبلّغ دین! میری آپ کو یہ نصیحت ہے کہ آپ کسی معاملہ میں بھی جلد بازی، سخت گیری اور تُنجل کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ دانشمندی، نرمی اور فراخ دلی کا ثبوت دیں اور خداوند ذوالجلال کے اس ارشاد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ	اپنے رب کے راستے کی طرف
رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ	دانشمندی اور موعظہ حسنہ سے
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ	دعوت دو اور ان کے ساتھ احسن
بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔	طریقہ سے مجادلہ کرو۔

اسی طرح اللہ رب العزّت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرمایا:۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ	اللہ کی رحمت سے آپ ان کے
اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ۔	لیے نرم ہو گئے۔

رب ذوالجلال والاکرام نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو باقاعدہ نرم لہجہ اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا	تم دونوں اس (فرعون) سے نرم
لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ	لہجہ میں بات کرنا۔ شاید کہ وہ
اَوْ يَخْشٰى۔	نصیحت پکڑے یا ڈر جائے۔

حدیث مبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا منقول ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نرم خُوئی کتنی بڑی خوبی اور سخت گیری و تُرش روئی کتنا بڑا عیب ہے۔

يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مَنْ	تھے، اے اللہ جو میری اُمت کے معاملات
وَلِيَ مِنْ اَمْرِ	نپٹانے کے لیے کسی عہدے پر فائز
اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرِفَقَ	ہُوا اور وہ لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آیا تو
بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ وَمَنْ	بھی اس پر نرمی فرما اور جو میری اُمت
وَلِيَ مِنْ اَمْرِ	کے معاملات نپٹانے کے لیے کسی
اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ	عہدے پر فائز ہُوا اور اس نے ان
عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ ۔	پر سختی کی تو بھی اس پر سختی فرما۔

اے بندہ خُدا مبلّغ دینِ متین! تجھے دعوت و تبلیغ کا کام سرانجام دینے کے لیے نرم لہجہ اختیار کرنا چاہیے۔ آپ کہیں تُرش لہجہ اختیار کر کے لوگوں کو دین سے متنفّر کرنے کا باعث نہ بن جائیں۔ یاد رکھیں سخت گیری و تُرش رُوئی کا اسلوب دعوت و تبلیغ کے لیے ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

اگر آپ حلم و بردباری، صبر و تحمل، خوش خُلقی و خوش مزاجی، نرم گوئی و شیریں کلامی سے لوگوں کے سامنے دین کی دعوت پیش کریں گے تو آپ کی باتیں لوگوں پر اثر انداز ہوں گی۔ ہر سننے والا آپ سے مانوس ہو گا۔ آپ کو اچھے الفاظ میں یاد کرے گا اور وہ آپ کا شکر گزار بھی ہو گا۔ لیکن اس کے برعکس سخت گیری و تُرش کلامی دوسرے انسان کے لیے نفرت کا باعث بنتی ہے اور کوئی بھی آپ کے قریب آنے کی بجائے آپ سے کوسوں دُور بھاگے گا۔

۴ عمل | چوتھی خوبی جو ایک مبلّغ میں پائی جانی چاہیے وہ عمل صالح ہے۔ تمام تر

اوصافِ حمیدہ میں عمل صالح کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ ہر ایک داعی و مبلّغ کا فرض اوّلیں ہے کہ وہ جس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ پہلے خود اس پر عمل کرے اپنی ذات کو لوگوں کے سامنے ایک عمدہ نمونہ کے طور پر پیش کرے۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ایک چیز کی طرف دُوسروں کو دعوت دے رہا ہے لیکن وہ خود اس پر عمل پیرا نہیں ہے یا کسی بُرے کام سے دُوسروں کو تو روک رہا ہے لیکن خود وہی کام کیے جا رہا ہے۔ خُدا کی پناہ! یہ طرزِ عمل تو خسارہ پانے والے لوگوں کا ہوتا ہے۔

بارگاہِ ایزدی میں کامیاب و کامران وہ مومن ہیں جو دوسروں کو حق کی طرف دعوت دیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں۔ نیکیوں کی طرف سبقت لے جانے والے اور بُرائیوں سے دُور بھاگتے ہوں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف ۲-۳)	مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے۔ خدا اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

حدیث مبارک میں مذکور ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

يُؤْتَى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهِ فَيَدُورُ فِيهَا	ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی اور وہ

كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ	ان میں اس طرح گھومے گا جس طرح
بِالرَّحٰى فَيَجْتَمِعُ عَلَيْهِ	کہ گدھا چکّی کے گرد گھومتا ہے
أَهْلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ	جہنمی اس کے پاس جمع ہو جائیں
لَهُ يَا فُلَانُ مَا لَكَ؟	گے اور کہیں گے اے فلاں تجھے
أَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُ	کیا ہُوا؟ کیا تو دنیا میں نیکی کا حکم اور
بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهٰى	بُرائی سے نہیں روکا کرتا تھا تو وہ
عَنِ الْمُنْكَرِ فَيَقُولُ بَلٰى	کہے گا بالکل میں نیکی کا حکم دیا کرتا
كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ	تھا، لیکن خود اس پر عمل نہ کرتا تمہیں
وَلَا آتِيهِ وَأَنْهَاكُمْ	بُرائی سے روکتا لیکن خود اسی
عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ ـ	بُرائی کا ارتکاب کرتا۔

نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ ذَالِكَ ـ

یہ حال تو اس شخص کا ہے جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کیا اور اس کے قول اور فعل میں تضاد ہُوا۔ اس صورت حال سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ایک داعی حق اور مبلّغ دین کے لیے اہم ترین بات یہ ہے کہ وہ اپنی دعوت اور تبلیغ کے مطابق پہلے خود عملی نمونہ پیش کرے۔ اخلاق فاضلہ اور پاکیزہ سیرت کا خُوگر ہو۔ صبر و تحمّل اور اخلاص کا پیکر ہو اور ہمیشہ دُوسروں کو خیر کی طرف دعوت دے اور باطل سے دُور رہنے کی تلقین کرتا رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں جب یہ عرض کی گئی کہ دوس

قبیلہ نے تو نافرمانی کا رویّہ اختیار کیا ہے تو آپ نے یہ بات سُن کر ان کے حق میں یہ دُعا کی :-

اَللّٰھُمَّ اَھْدِ دَوْسًا — اے اللہ دوس کو ہدایت دے

وَآتِ بِھِمْ — اور ان کو لے آ۔

آپ ہمیشہ یہی دُعا کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو حق قبول کرنے کی توفیق دے میں ہر ایک مبلّغ دین کو یہ تلقین کرتا ہوں کہ ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لے اور تبلیغی کام سر انجام دیتے ہوئے کبھی مایوسی کا شکار نہ ہو شیریں کلامی سے مسلسل نیکی کی طرف دعوت دیتا رہے۔ کبھی بھی ایسا انداز اختیار نہ کرے جس سے دُوسرے لوگ حق بات سے نفرت کرنا شروع کر دیں۔

ہاں اگر ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے کے باوجود کوئی مبلّغ دین کے ساتھ بلاوجہ ظلم و تعدّی کا رویّہ اختیار کرتا ہے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سامنے رہے۔

وَلَا تُجَادِلُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ — اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر

اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِلَّا — ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا

الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ (العنکبوت ۴۶) — ہو، ہاں جو ان میں سے ظلم کریں۔

حقیقی ظالم وہ ہے جو دعوت و ارشاد کے کام میں روڑے اٹکاتا ہو اور مبلّغ دین کا مقابلہ شر، عناد یا ایذا رسانی سے کرتا ہو۔ اگر ممکن ہو تو ایسے شخص کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے، لیکن یہ تادیبی کارروائی ظلم و تعدّی کی نوعیت کو پیشِ نظر رکھ کر کی جائے گی لیکن مبلّغ کے لیے افضل چیز یہ ہے کہ وہ درگزر کرے اور ہر تکلیف کو صبر و تحمل اور خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔

جیسا کہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کی طرف سے پہنچائی گئی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور کسی سے بھی ذاتی انتقام نہ لیا۔

میری خداوند ذوالجلال کی بارگاہ میں عاجزانہ التجا ہے کہ ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ احسن انداز میں تبلیغ دین متین کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کے قلوب اور اعمال کی اصلاح فرما دے اور ہم سب کو دینِ اسلام کی سمجھ اور بصیرت عطا فرما دے اور ہمیں رشد و ہدایت پر گامزن راہنماؤں اور صالحین کے زُمرے میں شامل کر دے۔

اِنَّهُ جَلَّ وَعَلَا جَوَّادٌ كَرِيْمٌ وَصَلَّى اللّٰهُ وَبَارَكَ عَلٰى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَتْبَاعِهِ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز حفظہ اللہ

ہماری مطبوعات

① اصولِ دین ---------- شیخ الاسلام محمد بن سلیمان التمیمی رحمۃ اللہ علیہ
② دین کے چار بنیادی اصول --- ″ ″ ″
③ فضل الاسلام -------- ″ ″ ″
④ کتاب الکبائر -------- ″ ″ ″
⑤ فضائل قرآن -------- ″ ″ ″
⑥ عید میلاد النبیؐ کی شرعی حیثیت --- سماحۃ الشیخ عبدالعزیز عبداللہ بن باز حفظہ اللہ
⑦ دعوت الی اللہ اور مبلغین کے اوصاف -- ″ ″ ″
⑧ میدانِ عمل میں اختلاطِ مرد وزن کے خطرناک نتائج ″ ″ ″
⑨ خلافِ شرع نکاح -------- ″ ″ ″
⑩ سگریٹ نوشی -------- شیخ محمد ابراہیم بن عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ
⑪ مسلمان اور احکامِ شریعت ----- شیخ عبدالمحسن العباد
⑫ عقیدۂ طحاویہ -------- علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ
⑬ تعلیم الحج ------------ محمود احمد غضنفر

مندرجہ بالا کتب کا اردو ترجمہ محمود احمد غضنفر کے قلم سے

